دعوت رجوع الی القرآن

قرآن کا پیغام

بارہ اسباق میں

تحریر: نعیم صدیقی

قرآن نا آشنا آدمی کا رویہ زندگی کے شہر میں کچھ اس طرح کا ہوتا ہے جیسے کوئی نادان دیہاتی کسی بڑے شہر میں جا پہنچے۔ وہ حیرت زدہ اور مبہوت بھی ہو' سر پھرا اور غلط جسارتوں کا مرتکب بھی۔ کبھی وہ آوارگی کرتا پھرتا ہے' کبھی من مانے طریقے سے تفریح کرتا ہے یا لااُبالی پن سے انسانوں اور عمارتوں پر نظر ڈالتا ہے۔ کبھی دنگے فساد پر اتر آتا ہے تو کبھی خواتین سے بدتمیزی کر گزرتا ہے۔ کبھی اداروں' دفتروں اور عمارتوں میں غلط طور پر جا گھستا ہے۔ کبھی ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کبھی آنکھیں بند کر کے بھاگتا ہوا سڑک پار کرتا ہے۔ غرض قدم قدم پر اپنے اور دوسروں کے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ بسا اوقات پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ کبھی عدالت میں لے جایا جاتا ہے۔ کبھی جیل کی ہوا بھی کھاتا ہے اور پھر کسی ناخوشگوار تجربے کے بعد بے بسی کے عالم میں بیٹھ کر زار زار رونے لگتا ہے' مگر وہ سمجھ نہیں پاتا یہ سب کچھ کیا ہے' یہ کیوں ہے!

فرض کیجئے اسی طرح کے کسی نادان نووارد کو آپ کسی جگہ پریشان و خستہ حال دیکھتے ہیں یا کسی سڑک پر' کسی پارک میں بے بسی سے روتا پاتے ہیں۔ آپ اس کے قریب چلے جاتے ہیں' ہمدردی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی درد بھری کتھا سنتے ہیں۔ پھر اسے پیار سے سمجھاتے ہیں: عزیز من! اس شہر کی ایک حکومت ہے' اس کا ایک انتظام ہے۔ اس شہر میں رہنے اور اس کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے اور اس کی پارکوں' عمارتوں اور گاڑیوں کو استعمال کرنے کے کچھ ضابطے ہیں۔ یہاں کے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے اور تعلق رکھنے کے کچھ آداب مقرر ہیں' ان کو اگر نہیں جانو گے اور ان کا اگر لحاظ نہیں رکھو گے تو بار بار اذیت اور نقصان اٹھاؤ گے۔ ان کو سمجھ لو اور قبول کر لو تو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ لو میں تمہیں بتاؤں کہ یہاں حکومت کس

کی ہے۔ یہاں کے قوانین اور آداب کیا ہیں اور یہاں کا اخلاقی آئین کیا ہے۔

کچھ ایسا ہی ہمدردانہ اور خیر خواہانہ معاملہ ہے جو قرآن غم زدہ، پریشان حال اور آوارہ خیال انسان سے کرتا ہے۔

(۱)

قرآن کا بنیادی اور ابتدائی پیغام یا سبق اوّل انسان کے لئے یہ ہے کہ یہ دنیا جس میں تم اتار دیئے گئے ہو، یہ اندھی نگری نہیں ہے جس کا نہ کوئی راجہ ہو، نہ جس میں کوئی قانون وضابطہ رائج ہو۔ یہاں تم شتر بے مہار بن کر کبھی امن وسکون نہیں پا سکتے۔ یہاں مادر پدر آزادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کائنات کسی کھلنڈرے بچے کا بنایا ہوا گھروندا نہیں ہے۔ زندگی رام لیلا کی طرز کا کوئی ناٹک نہیں ہے۔ بے مقصد بھول بھلیاں بھی نہیں۔ یہ سلسلۂ حوادث ایک حیرت خانۂ امروز وفردا نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ غرض تمہیں یونہی دل لگی کے لئے نیست سے ہست نہیں کر دیا گیا۔ تمہارے وجود اور زندگی دونوں کے لئے بڑی بھاری ذمہ داریاں ہیں:

﴿...... وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ﴾ (آل عمران:۱۹۱)

''وہ لوگ زمین وآسمان (کے نظام) کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (اور پھر پکار اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے ربّ! تو نے یہ سب فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔''

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ......﴾ (المؤمنون:۱۱۵)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کر دیا ہے؟''

(۲)

قرآن سلطنت الٰہی کے انجان شہری کو کچھ اور باتیں بتاتا ہے اور وہ کہتا ہے اس چمن میں پھول ہی پھول نہیں ہیں، کانٹے بھی ہیں۔ یہاں نسیم سحری ہی نہیں چلتی، صرصر وسموم بھی چلتی ہے۔ یہاں نشیمن ہی نہیں، دام اور قفس بھی ہیں۔ یہاں خرمن ہی نہیں ہوتے، بجلیاں بھی گرتی ہیں۔ یہاں خیر کے ساتھ ساتھ شر بھی پایا جاتا ہے اور راحتوں کے ساتھ دکھ بھی۔ یہاں زندگی اپنے کرشمے دکھاتی ہے اور موت اپنا پارٹ ادا کرتی ہے۔ یہاں انسان اضداد کے درمیان گھرا ہوا ہے۔

یہاں ہر اقدام لازماً اچھی ہی سمت میں نہیں ہوتا' بلکہ بہت سی جادہ پیمائیاں منزل مقصود سے دور تر بھی لے جاتی ہیں۔ یہاں رہنما اور رہزن ایسے گھلے ملے ہیں کہ آدمی کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ کس کا ساتھ دے۔ یہاں ہر قدم پر ایک دوراہا سامنے آتا ہے اور آدمی کو فوری فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کدھر جائے۔

حق وراستی کی طرف لے جانے والے محرکاتِ خیر بھی ہیں اور محرکاتِ شر بھی' جن کے اثر سے بے شمار افراد بلندی کی طرف بھی جاتے ہیں اور بے شمار لوگ پستی کی طرف بھی لڑھکتے ہیں۔ اسی طرح اقوام ترقی بھی کرتی ہیں اور تباہ بھی ہوتی ہیں۔ دیکھو کتنے عالیشان تمدنوں کے مزار چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں!

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ (یونس:۱۳)

''اور تم سے پہلے کی قوموں کو (جو اپنے زمانے میں برسرِ عروج تھیں) ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی۔''

وہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا کوئی چھوٹ کی دنیا نہیں ہے۔ یہ لاوارثا گھر نہیں ہے۔ یہاں کوئی خوانِ یغما بچھا ہوا نہیں ہے' بلکہ یہ کسی کی ملکیت ہے جس کے قوانین گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ جہاں تم نے غلط قدم اٹھایا کوئی نہ کوئی قانون تمہیں گھیر لے گا' ایک نادیدہ قانونی طاقت تمہارا احاطہ کر لے گی اور تم اس کی پکڑ سے باہر نہ جا سکو گے۔

پھر جیسے آپ اپنے شہر کے نووارد کو بتاتے ہیں کہ میاں یہاں ذرا چوکنا رہ کے چلو پھرو' یہاں جیب کترے اور ٹھگ' اٹھائی گیرے بھی ہیں جو بھنگ یا نشہ آور مٹھائی کھلا کر نوواردوں پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں' اسی طرح قرآن انسان کو آگاہ کرتا ہے کہ یہاں ابلیس اور اس کا لشکر جن میں شیاطینِ انس بھی شامل ہیں' پھیلا ہوا ہے جو ہر بدی کو خوشنما اور رنگین و دلفریب بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر چمکار کر' بہلا پھسلا کر تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ قرآن انتباہ کرتا ہے کہ:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرۃ)

''شیطان کی پیروی نہ کرو' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

یہ شیاطین بسا اوقات دوست اور ناصح بن کر آتے ہیں۔ بڑے خیر خواہانہ مشورے دیتے ہیں' امیدیں دلاتے ہیں' پُراسرار طریق سے اپنی بات القا کرتے ہیں' بدترین معصیت کو رومان اور لذت اور تفریح اور رنگینی سے آراستہ کر کے لاتے ہیں' بدترین مفاسد کو حکمت و فلسفہ کے مرعوب کن پیرایہ میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں' اور پھر جب ان کا شکار تباہی سے

دوچار ہوتا ہے تو اسے دھتکار کر کہتے ہیں کہ اب اپنی حماقت کا نتیجہ مزے سے بھگتو۔ شیاطین کے سربراہ کا یہ چیلنج بھی ملاحظہ ہو:

﴿ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط﴾ (الاعراف:۱۷)

''پھر میں ان (ابنائے آدم) کو آگے سے' پیچھے سے' دائیں سے اور بائیں سے گھیروں گا۔''

قرآن کے خیر خواہانہ انتباہات سے ایک سلیم الفطرت آدمی یہ حقیقت پالیتا ہے کہ زندگی گزارنا کوئی کھیل نہیں ہے' یہاں تو ایک پُرخطر جنگل میں سے راستہ نکالنا ہے' اور جو مختلف راستے نکلتے ہیں اور ان کی طرف مختلف بلانے والے بلاتے ہیں' ان میں سے صحیح راستے کی شناخت کرنی ہے جو انسانی ارتقاء کی آخری منازل تک لے جاسکے۔

(۳)

قرآن کے اس دوسرے سبق کے تقاضے سے تیسرا سبق ابھرتا ہے اور ایک بیدار دل آدمی کا ذہن خود بخود ادھر منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا بچ بچا کر چلنے کی جگہ ہے' یہاں پھونک پھونک کے قدم رکھنا چاہئے۔ یہاں ہر مقام پر یہ طے کرنا ضروری ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے!

مدعا یہ کہ صحیح زندگی جبھی مل سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ تمیز خیر و شر کی کم از کم سنجیدہ کوشش پائی جائے۔ جو زندگی تمیز خیر و شر کی کوشش سے خالی ہو وہ فلاح سے خالی رہے گی اور کبھی اچھے نتائج تک نہیں پہنچے گی۔

(۴)

قرآن شہر زندگی کے پریشان خیال نو وارد کو یہ احساس دلاتا ہے کہ دنیا کی گزرگاہ سے گزرنے والے مسافر کے لئے غفلت کے ساتھ اور عبرت سے بے نیاز ہو کر چلنا درست نہیں ہے' بلکہ بیدار عقل' متحرک ذہن' کھلے کانوں اور دیکھتی آنکھوں کے ساتھ ہی یہ وادی بخیر و خوبی پار کی جاسکتی ہے۔ اس کی نگاہ میں وہ لوگ فریضۂ زندگی کو ادا کرنے میں بالکل ناکارہ ہیں جو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ (بہرے' گونگے اور اندھے) کی تعریف میں داخل ہیں۔ اور سنئے:

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴾ (الانفال)

''یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے

کام نہیں لیتے۔''

دوسری جگہ وہ اس ناکارہ عنصر کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (الاعراف)

''اُن لوگوں کے دل (ودماغ) ہیں مگر یہ اُن سے سوچتے نہیں۔ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر یہ اُن سے دیکھتے نہیں۔اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں۔یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں' بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے۔یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔''

وہ انسانوں کو تفکر اور تدبر کا درس دیتا ہے۔وہ چاہتا ہے کہ کائنات اور زندگی کی حقیقتوں کے متعلق آدمی کے دل میں سوالات پیدا ہوں' وہ اپنی حقیقت کے جاننے کے درپے ہو' وہ اپنا صحیح مقام دنیا میں متعین کرے کہ وہ کہاں کھڑا ہے' اس کا مرتبہ کیا ہے' اس کا کس سے کیا تعلق ہے اور اُسے یہاں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔لیکن جو لوگ ان بنیادی مسائل کے بارے میں کبھی کاوش ہی میں نہ پڑیں' کبھی ان کے دلوں میں کوئی سوال ہی زندگی کی حقیقت کے بارے میں پیدا نہ ہو' بلکہ کھانے' کمانے' گھر بسانے' جنسی تسکین کے درپے رہیں' انہیں قرآن بہرے' گونگے اور اندھے قرار دیتا ہے۔

(۵)

عقل سے کام لے کر مطالعہ کائنات وحیات کا مشورہ دے کر قرآن پیچھے نہیں ہٹ جاتا' بلکہ شہر زندگی کے مسافر کو ایک گائیڈ کی طرح اپنے ساتھ گھماتا ہے اور ایک ایک کر کے آیاتِ حقیقت کو اس کے سامنے کھولتا ہے۔

وہ مونس و ہمدم بن کر اُس سے کہتا ہے کہ آؤ تمہارے ساتھ ہو کر تمہیں کچھ دکھاؤں۔ پیارے انسان! یہ دیکھتے ہو کہ سورج کس باقاعدگی سے مشرق سے نکل کر مغرب میں ہر روز ڈوبتا ہے۔اور چاند تاروں کی گردش دیکھو' دن اور رات کا ادل بدل دیکھو' موسموں کے چرخے کا گھماؤ دیکھو۔یہ مقررہ ڈھنگ سے چلنے والی ہوائیں' یہ ہواؤں کے دوش پر لد کر آنے والے بادل اور پھر بادلوں کا کثیف بن جانا' یہ مُردہ زمینوں کا زندہ ہونا' یہ ننھے منھے بیجوں کا پھوٹنا' یہ نشوونما پاتی فصلیں' یہ ہرے بھرے کھیت' یہ طرح طرح کے درخت' ان پر لگنے والے

مختلف رنگوں اور ذائقوں کے پھل' یہ زمین پر بنے ہوئے راستے اور ان کو نمایاں کرنے والے نشانات' یہ سمندروں پر تیرتی ہوئی کشتیاں' یہ پہاڑ جیسی اٹھتی موجیں' یہ کشتیوں اور طوفانوں کی کشاکش میں انسانی زندگی کا ڈانواڈول ہونا' خود انسان کا اپنے نظامِ ولادت و پرورش' انسانوں کی شکلوں اور رنگوں اور بولیوں کا تفاوت' یہ تمہارے سامنے پھیلی ہوئی کتابِ حقیقت کی روشن آیات ہیں۔ ان میں تم تین باتیں نمایاں دیکھتے ہو۔ ایک نظم و ترتیب' دوسرے توافق اور تیسرے حسن و جمال۔ اور وہ دریافت کرتا ہے:

﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾﴾ (الملک)

''تو خدا کی پیدائش وصفتِ خلق میں کوئی نقص وکوتاہی نہ پائے گا۔ ایک بار ذرا نگاہ ڈال' کیا اس نظام میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟''

قرآن اپنے شاگرد کو پھر توجہ دلاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں قانون کی پابند ہیں اور ایک اقتدار میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اتنے بھاری بھاری اجرام اور عالم طبعی کی طوفانی طاقتوں کو ضوابط کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے اور وہ قوتِ برتر کے سامنے مطیع ومنقاد اور مسلمِ عاجز بنی ہوئی ہیں۔

﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا...﴾ (آل عمران:۸۳)

''اور آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں۔''

اس استدلال کے راستے قرآن آدمی کو ساتھ لئے اس شعور تک پہنچاتا ہے کہ نظم و ترتیب اور توازن و توافق اور قانون و ضابطہ اور حسن و جمال کے ساتھ چلنے والی اس دنیا میں جہاں پتہ پتہ' قطرہ قطرہ اور ذرّہ ذرّہ (اور آج کی معلومات کے مطابق ایٹم کا ایک ایک برقیہ) ایک بندش میں جکڑا ہوا ہے' خود تم بھی نہ تو عملاً آزاد ہو اور نہ آزادی کا استحقاق رکھتے ہو اور نہ ہی آزادی میں تمہارا بھلا ہے۔ یوں قرآن' شہرِ زندگی کے انجان نووارد کو گھماتے پھراتے اور یہاں کے احوال کا مشاہدہ کراتے کراتے اُس کے اندر غیر محسوس طور سے یہ احساس بیدار کر دیتا ہے کہ یہاں تمہارا مقام مالک اور حاکم مقتدر کا نہیں ہے' بلکہ محکومی اور عبودیت کا ہے' اور تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو ''مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ'' کی رضا کے حوالے کر دو۔

(۶)

قرآن متذکرہ بالا سارے ابتدائی اسباق میں' جن کا مقصد اصل سبق کے لئے مخاطب

اور قاری کو تیار کرتا ہے' درحقیقت ہدایت کی پیاس پیدا کرنا چاہتا ہے۔ بعد میں ہدایت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ وہ پہلے طلب پیدا کرتا ہے' پھر مطلوب کو سامنے لے آتا ہے۔ پہلے سوال ابھارتا ہے' پھر جواب فراہم کرتا ہے۔

قرآن اہل تدبر اور تفکر اور اصحابِ احتیاط وتقویٰ کو وہ اصل سبق دیتا ہے جس کے لئے بڑی تیاریاں ہیں اور بڑا اہتمام ہے۔

آیئے اس مرکزی سبق کو قرآن سے اخذ کریں۔ وہ مختصر سا سبق یہ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة)

''اے انسانو! اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا شاید کہ تم (پوری طرح) تقویٰ کیش بن سکو۔''

یعنی غور وفکر کرنے والے (اولوالالباب) جب یہ حقیقت پالیں کہ یہاں نظم وتوافق ہے' مقصد وغایت ہے' حسن وجمال ہے' تو انہیں اس صداقت تک از خود پہنچنا چاہئے کہ یہ سارا سلسلۂ وجود حکیمانہ قوانین پر مبنی ہے اور قانون کا وجود یہ پتہ دیتا ہے کہ کوئی قانون ساز اور کارپرداز ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ وہ اللہ ہے' وہی تمہارا ربّ ہے' اور اس ربّ کے ساتھ تمہارے تعلق کی ایک ہی صورت عقلاً بھی درست ہے اور عملاً بھی صحیح ہے' کہ تم اس کے عبد بن کے رہو۔ مگر عبادت کسی جزوی صورت میں مراد نہیں' یہاں پوری زندگی کا مصرف بیان ہوا ہے۔ اس کائنات میں دو ہی بڑے مناصب ہیں۔ ایک ربّ اور معبود ہونے کا' دوسرا بندہ اور عبادت گزار ہونے کا۔ انسان بہرحال ربّ اور معبود نہیں ہے' اس کا منصب صرف دوسرا ہی منصب ہوسکتا ہے اور وہی ساری مخلوق کا مقام بھی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے کسی بھی گوشے میں اور زمانہ کے کسی بھی حصے میں عبدیت کے مقام سے الگ نہیں ہوسکتا اور اس کے لئے کوئی امکان نہیں ہے کہ ربّ یا معبود کے مرتبے پر فائز ہو یا اس مرتبے میں ربِّ کائنات کا حصہ دار ہوسکے۔

پوری زندگی کو خدا کی عبادت میں لگا دینا صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ قرآن کا دانشور شاگرد اپنے ربّ کے سامنے سرِتسلیم خم کردے' پوری طرح جھک جائے اور اس کے بالمقابل اپنی آزادی سے دستبردار ہوجائے۔ اس بارے میں قرآن کا سبق یہ ہے کہ:

﴿فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا﴾ (الحج:٣٤)

''پس تمہارا الٰہ (معبود) ایک ہی الٰہ ہے' سو اُسی کے آگے سرِتسلیم خم کرو۔''

اس مطلوب رویہ کی بہترین مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرزِ عمل سے لی گئی کہ:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرۃ)

''اور جب اس کے ربّ نے کہا کہ (میرے سامنے) جھک جا تو اُس نے کہا میں ربّ العالمین کے سامنے جھکتا ہوں۔''

اس رویہ پر جو دینِ حق پر مبنی ہے' جو مسلکِ زندگی سے مطابقت رکھتا ہے' اس کا نام ہی ''اسلام'' (مسلک تسلیم) طے پایا۔ فرمایا کہ:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۹)

''یقیناً اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔''

(۷)

لیکن یہ مسلکِ اسلام' یہ دین حق' یہ عبادتِ ربّ کوئی ایسی چیز نہیں کہ افراد اپنی حد تک اس کے کچھ تقاضے پورے کر کے فارغ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ایک بڑا عظیم الشان فریضہ اور مشن ہے جو اُس کے ماننے والوں کو تفویض کیا گیا ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:۱۰۴)

''اور چاہئے کہ تم میں سے کچھ لوگوں پر مشتمل ایسا گروہ اٹھے جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف پکارے' نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے۔''

قرآن فی الحقیقت ایک ایسی تحریک برپا کرنا چاہتا ہے جس کے تحت ہر خدا پرست نیکی کا علمبردار بن کر بدی کے خلاف میدان میں اترے' بدی کی قوت کے بالمقابل نیکی کی قوت باقاعدہ محاذ آرا ہو۔ یہی وہ بنیادی مشن ہے جس کے لئے قرآن ایسے لوگوں کی تلاش میں ہے جنہیں وہ اس مشن کے شہداء (علمبردار) بنانا چاہتا ہے۔

(۸)

نیکی کی تلقین کرنے اور بدی کا انسداد کرنے کا درس دینے کے ساتھ ساتھ قرآن یہ تصور بھی دلاتا ہے کہ نیکی کسی جزوی عمل کا' یا چند جزوی وظائف کے مجموعہ کا نام نہیں' بلکہ نیکی ساری زندگی پر پھیلا ہوا ایک نظام ہوتی ہے۔

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ)

''نیکی اس کا نام نہیں ہے کہ تم بس (نمازوں میں) اپنے مُنہ مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف۔ بخلاف اس کے نیکی تو اُس شخص کی ہے جو ایمان لائے اللہ اور یومِ آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر' وہ جو اپنا مال اسے عزیز رکھنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مساکین' مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے اور لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے' اور وہ نماز قائم کرے' زکوٰۃ دے' اور وہ لوگ جو وعدہ کریں تو ایفاء کرنے والے ہوں' اور وہ لوگ جو سخت حالات میں اور مصیبت کے مواقع پر اور (جنگ کے) مصائب میں صبر سے کام لینے والے ہوں' یہ ہیں وہ لوگ جو سچے نکلے اور یہی لوگ ہیں جو اہل تقویٰ ہیں۔''

دیکھئے یہاں افکار و اعمال اور اعتقادات و اخلاق سبھی کچھ مذکور ہے۔ مصلّٰی سے لے کر میدانِ جنگ تک سارے مراحل سامنے آ گئے۔ مالی اور اقتصادی امور بھی شمار کرا دیئے گئے۔ اتنی ساری چیزوں کو اختیار کر کے پوری زندگی کو ایک خاص نقشے پر ڈھالنا ہے' ظاہر ہے کہ اس وسیع تصورِ نیکی کے ساتھ فرد کسی بگڑے ہوئے معاشرے کے درمیان اپنے آپ کو پوری طرح سنوار نہیں سکتا۔ اسے پورے معاشرے کو سنوارنا ہو گا اور اس کے لئے ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دینا ہو گا۔

(۹)

پیچھے سے جو کڑیاں ملتی چلی آ رہی ہیں وہ ایک سلیم الطبع شخص کو از خود اس نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ مسلکِ عبادتِ ربّ یا دینِ اسلام پر چلنے والا تقویٰ کیش آدمی بدی کی طاقتوں کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ اس کا اعتقاد اور اس کی دعوت اور اس کا مشن فطری طور پر مخالف چیزوں سے تصادم کا باعث بنتا ہے۔ جو شخص حق کو لے کے چلے اسے باطل سے رشتہ توڑنا ہو گا'

جو نیکی کو اختیار کرے اس کا بدی سے بگاڑ ضرور پیدا ہوگا' جو ربّ کو معبود بنائے اس کی بات پھر طاغوت سے نہ بن سکے گی۔ اس لئے قرآن ان لوگوں کو اپنے گرد جمع کرتا ہے جو ربّ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ طاغوت سے کنارہ کش ہو جائیں۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:٣٦)

''اور ہم نے ہر اُمت کے اندر کوئی نہ کوئی رسول (اس پیغام کے ساتھ) مامور کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے کنارہ کشی اختیار کرو۔''

طاغوت ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی نافرمانی کرنے پر مائل یا مجبور کرے یا اس کا سبب بنے۔ طاغوت اشخاص وافراد بھی ہو سکتے ہیں' طاغوت فلسفہ ونظریات بھی ہو سکتے ہیں اور طاغوت سیاسی اور اقتصادی نظام بھی ہو سکتا ہے۔ جس شکل میں بھی طاغوت کا وجود پایا جائے اس سے انکار اور اس کی تردید کرنا اس شخص کے لئے لازم ہو جاتا ہے جو قرآن کا شاگرد بن کر ایمان باللہ اور عبادتِ ربّ کی راہ اختیار کرے۔

اپنی اس بنیادی تعلیم اور تلقین میں قرآن کوئی ابہام نہیں چھوڑتا اور لگی لپٹی نہیں رہنے دیتا۔ ملاحظہ ہو:

﴿وَلَا تُطِيْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الشعراء)

''اور حدیں پھاند جانے والوں کی اطاعت نہ کرو۔''

﴿......وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ (الدھر)

''اور ان لوگوں میں سے نافرمانوں اور ناشکروں کی اطاعت نہ کرو۔''

اس سے بھی آگے قرآن نے بدی کی طاقتوں سے تعاون کو ممنوع ٹھہرا دیا۔

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:٢)

''اور گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں (کسی سے) تعاون نہ کرو۔''

(١٠)

یہ بات جب واضح ہو گئی کہ عبادتِ ربّ کے ساتھ اطاعتِ طاغوت چلنے کی چیز نہیں اور امر بالمعروف کا کام کرنے والے اثم وعدوان سے تعاون نہیں کرتے' تو پھر یہ حقیقت قرآن کے طالب علم پر از خود کھل جاتی ہے کہ اسلام کسی مخالفِ اسلام طاقت کے غلبے میں

اپنے پورے تقاضوں کے ساتھ نہیں چل سکتا۔

پس ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مشن خود غالب طاقت بن جائے۔ اسی اصول پر قرآن اپنے مخاطب کو یہ تلقین کرتا ہے کہ عبادتِ ربّ کے نظام اور مسلک اسلام کو غالب کرو۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾(التوبة:٣٣' الفتح:٢٨' الصف:٩)

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اسے ہر دوسرے طریقہ ونظام پر غالب کردے۔''

﴿وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ﴾ (التوبة:٤٠)

''اور اللہ کا کلمہ (قانون یا دین) بلند و برتر ہو کے رہنے کے لئے ہے۔''

دوسری جگہ ہے:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ﴾ (المجادلة:٢١)

''اللہ نے یہ بات طے کردی کہ مجھے اور میرے رسولوں (یعنی ان کے دین ونظام) کو غالب ہو کے رہنا ہے۔''

مختصر بات یہ ہوئی کہ قرآن اپنے پیغام کو معاشرے میں کامیاب اور عملاً جاری وساری دیکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔

(۱۱)

مخالف نظاموں سے انکار واجتناب اور عدم تعاون سے بات آگے بڑھ کر یہاں آ پہنچی کہ جو ارباب تدبر وتفکر اپنے ربّ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں' زندگی اس کی عبادت کے لئے وقف کردیں' اس کے مقرر کردہ مشن امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ان کا کام محض واعظوں کا سا ٹھنڈا کام نہیں ہے بلکہ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن کے نظام کو عملاً غلبہ دلانے کی جدوجہد کریں۔

قرآن کی رو سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیت کے تحت بھی حق وباطل کا تصادم ناگزیر ہے۔

اس کشمکش کی کٹھالی کے پیشِ نظر قرآن اپنے شاگرد کو بتاتا ہے کہ جنت کی منزل کامرانی

کو جانے والا راستہ بڑا مردافگن ہے:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (البقرۃ)

''کیا تم نے یہ گمان باندھ رکھا کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے' حالانکہ ابھی تم پر پہلے کے لوگوں جیسے سخت حالات نہیں گزرے' جن کو تنگی اور مصیبت نے آ دبوچا اور وہ اس حد تک جھنجھوڑ دیے گئے کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اس مرحلے پر اُن کو مژدہ سنایا گیا کہ) سنو! اللہ کی مدد قریب ہے۔''

اس کشمکش کے لئے قرآن اپنی تحریک (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کے آدمی سے یہ بات پہلے ہی قدم پر طے کر لیتا ہے کہ وہ اس راہ پر آئے تو اللہ سے اپنے جان و مال کا سودا کر کے آئے۔

اور اس کے لئے وہ اپنے پیغام پر لبیک کہنے والوں کی ایک جماعت بناتا ہے اور اس جماعت کا نام حزب اللہ رکھتا ہے جسے حزب الشیطان سے معرکہ آرا ہونا ہے۔ قرآن کا پیغام یہ ہے کہ اس کے پیغام کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے اجتماعی اور منظم سعی ضروری ہے۔

(۱۲)

قرآن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جس تحریک کو چلا کر دنیا میں امن و سلامتی کا دَور پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی کامیابی کی صورت میں وہ مطالبہ کرتا ہے کہ دین کا پورا نظام اور قرآن کا سارا قانون جاری کیا جائے۔ اس سے حیاتِ طیبہ اور حیاتِ صالحہ اور حیاتِ مطمئنہ پیدا ہوتی ہے۔

یہاں مقالہ ختم ہو رہا ہے۔ اس موقع پر یاد دلانا ضروری ہے کہ قرآن کا مرکزی پیغام جو اس مقالہ میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے' وہ بس ایک ہی ہے: ﴿اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾ باقی ساری چیزیں اسی کے تقاضے ہیں۔ OO

میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے۔